علامہ محمد مدنیؒ سے میری پہلی ملاقات

تحریر: محمد سلیم علوی جہلم

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب حج پروازیں ابھی شروع نہیں ہوئی تھیں اور فریضۂ حج کی ادائیگی کیلئے جانے والوں کو بحری جہاز سے سفر کرنا پڑتا تھا۔ اسی سلسلے میں، میں اپنی والدہ کے ہمراہ جہلم اسٹیشن سے کراچی کیلئے روانہ ہوا۔ گجرات سے ہمارے کمپارٹمنٹ میں ایک نوجوان سوار ہوا، جس کی بابت میں نے والدہ کو بتایا کہ یہ حضرت مولانا حافظ عبدالغفورؒ کے صاحبزادے ہیں۔ والدہ صاحبہ حضرت حافظ صاحبؒ سے بے حد متاثر تھیں، کیونکہ وہ ہر جمعہ مرکزی جامع مسجد چوک اہل حدیث میں ادا کرتیں اور دینی مسائل کے حل کیلئے حضرت مولانا حافظ عبدالغفورؒ سے رابطہ کرتیں۔ والدہ محترمہ نے نوجوان کو قریب بلایا، سر پر پیار دیا اور نام دریافت کیا۔ نوجوان نے بتایا کہ میرا نام محمد مدنی ہے۔ کچھ عرصہ سے گجرات رونتی والی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں اور اس وقت ادائیگیٔ حج کے سلسلہ میں سفر پر جا رہا ہوں۔ یہ ان کا پہلا حج تھا۔ ہم لوگ کراچی حاجی کیمپ میں اکٹھے رہے۔ میں ہوٹل کا کچھ کام جانتا تھا، سو کھانا پکانا میرے ذمہ ہوا۔ والدہ صاحبہ اور مدنی صاحب عبادت میں مشغول رہتے اور میں ان کی خدمت پر مامور۔ مدنی صاحب مجھ سے بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہاں گھر سا آرام ملا ہے۔ مجھے بھی وہاں ان کی خدمت کا بھرپور موقع ملا جو میرے لئے باعثِ مسرت تھا۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی....... پھر جب حضرت مولانا حافظ عبدالغفورؒ وفات پا گئے تو زیرِ تعمیر جامعہ علوم اُثریہ کا کام رک گیا۔ مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا جیسے یہ ادھورا کام اب کبھی مکمل نہ ہو گا۔ مگر مدنی صاحبؒ کی دن رات محنت، تگ و دو، ہمت، حوصلہ اور لگن نے اس نامکمل منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جامعہ کی تعمیر کے سلسلے میں آپؒ نے کہاں کہاں کا سفر نہ کیا۔ رات دن، گرمی سردی کسی کی پرواہ نہ کی اور یوں جہلم شہر کو ایک خوبصورت مسجد اور جامعہ میسر آیا۔

غرض یہ مدنی صاحب کا جذبہ اور محنت ہے جس نے جامعہ کو ترقی کی منازل پر گامزن کیا اور ایک چھوٹے سے مدرسے کو عظیم الشان جامعہ کا روپ دیا۔ جس سے ہزاروں طالب علم فیض یاب ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

جہاں بات ہو رہی ہے ان کی قابل قدر خدمات کی، وہاں ان کے بھرپور اندازِ بیان کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مرحوم کا طرز بیان ایسا تھا کہ مجلس پہ ایک سکوت طاری ہو جاتا، جو سنتا انہی کا ہو جاتا۔

توحید پر بیان کرتے تو سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتا۔ دعا مانگتے تو اردگرد سے بے نیاز ہو جاتے۔ پروردگار کے حضور گڑگڑاتے، زاروقطار خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلا دیتے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو سننے والا سبحان اللہ کہے بغیر نہ رہتا۔ آخر میں صرف یہ کہوں گا........کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎ زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

مولانا عبدالعزیز نورستانی (حفظہ اللہ) کا اغوا اور رہائی

محترم احباب جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ادائے ادب کے بعد مسلکی مباحثی کی ثالثی کیلئے احباب جماعت، مجھے اورکزئی قبائلی علاقے میں لے گئے تھے ... مگر وہاں نہ مباحثہ ہوا اور نہ ثالثی! البتہ واپسی میں پنج پیری گروپ (جو اپنے آپکو جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کہتے ہیں) کے چند مسلح مولویوں نے بندہ کو بمع چند احباب کے گھیرا اور گاڑی سے تشدد کر کے اتار کر لے گئے اور مجھے چھ دن تک حبس بے جا میں رکھا اور چند دن بعد رہا ہوا تو میں: اولاً: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس قادر مطلق نے مجھے ظالموں کے پنجے سے نجات دلائی۔ ثانیاً: میں صوبہ سرحد بالخصوص اورکزئی پولیٹیکل انتظامیہ اور تمام احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری رہائی کیلئے ہر قسم کی جدوجہد اور سعی و کوشش کی۔

ثالثاً: اورکزئی ایجنسی (قبائل) میں جو آٹھ خاندان اہل حدیث تھے ان کو ایجنسی سے نکالا گیا اور وہ اس علاقے سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کو سنبھالنے اور ان کی بود و باش کیلئے جماعتی تعاون کی ضرورت ہے۔ احباب جماعت کو یاد ہوگا کہ آج سے ۱۵، ۱۶ سال قبل مداخیل قبائل کے علاقہ سونیا پر اس قسم کا واقعہ رونما ہوا تھا، اس وقت احباب جماعت نے بھرپور تعاون فرمایا، حتیٰ کہ دو ڈھائی سال بعد ان کو اپنے اصلی وطن میں بسانے میں کامیاب ہوئے اور الحمدللہ آج پورے علاقے میں مسلک کی خدمت بغیر روک ٹوک ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی تو وہ دن دور نہیں کہ (۱۸) اقوام اورکزئی میں بھی مسلک کی خدمت بلا روک ٹوک شروع ہوگی۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز.

والسلام: ابوعمر عبدالعزیز النورستانی، مدیر الجامعۃ الأثریۃ الأثر آباد پشاور ۱۲ اگست ۲۰۰۲ء